سیاسی، ...

کی پہلو دا...

سے شروع ... کسی ...

انتہائی صا... کے باوجود تہہ دا...

آسان نہیں ہے۔

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں مفتی صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں اپنے ...

اس میں شک نہیں کہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے عقیدت مندوں میں ہوں۔ اور ... تھی کہ میں بھی اس قابلِ احترام شخصیت کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کروں۔ لیکن ... صلاحیتوں کے پیشِ نظر یہ کام کافی مشکل نظر آرہا ہے۔ ان کی عالمانہ شخصیت کے بارے میں میرا کچھ کہنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

بہرحال مفتی صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں اور حق بھی، اسی لئے یہ جسارت کر رہی ہوں۔

مفتی صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ انسانیت کی آبرو۔ جنہوں نے زندگی بھر انسانی قدروں کی پاس داری کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔

...صدی کے پُرآشوب دور میں مفتی صاحبؒ جیسے لوگوں کے دم سے
...ندگی اور رہے گی۔ ایسے عظیم لوگوں کو پوری انسانی برادری خراج

...بڑے انسان تھے، اتنے ہی بڑے مدبر، مفکر، عالمِ دین، سیاسی
...ت مذہبی ہوں، سماجی ہوں یا سیاسی، مفتی صاحبؒ کی رائے معتبر
...کے مخالفین بھی ان کی رائے اور ان فیصلوں کا احترام کرتے تھے۔
...نیک نیتی، خلوص اور دیانتداری تھی۔ وہ سیاست میں رہ کر بھی سیاست
...سے بہت دور رہے۔

...ایک بار مل کر بار بار ملنے کو جی چاہتا ہے اور جن سے
...مفتی صاحب کی تھی۔ ان سے ملاقات
...ہو جاتے۔ ہر بار ان سے مل کر میں نے ایک نئی خوشی

...بہت چھوٹی تھی، مرادآباد میں مولانا حکیم انصار احمد...
...ہستیوں میں سے تھے۔ وہ بڑے عالم، عامل اور
...مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی عتیق الرحمٰن،
...شاستری، اور دیگر حضرات کے جنگِ آزادی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور یہ
...حضرات اکثر چچا میاں، یعنی مولانا حکیم انصار احمد صاحب کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور
سیاست پر بڑی گرماگرم بحثیں ہوتی تھیں۔ اگرچہ ہم بچوں کو مردانے میں جانے کا موقع کم
ہی ملتا تھا۔ لیکن کبھی پان وغیرہ ہمارے ہاتھ بھجوا دیا جاتا تھا، یا کبھی والد صاحب کے ساتھ
چلے جاتے تھے۔ ان کی باتیں سمجھ میں تو نہیں آتی تھیں، لیکن چونکہ یہ سب حضرات ہمیں پیار کرتے تھے
اس لئے وہاں جانا اچھا لگتا تھا۔

انسانیت کے سفیر

شمیم جہاں صابرہ

ہندوستان میں کم لوگ ایسے ہوں گے جو مفتی صاحب قبلہ کی قد آور شخصیت اور ان کے سیاسی، سماجی، ثقافتی، علمی ادبی اور مذہبی سرگرمیوں اور کارناموں سے واقف نہ ہوں۔ ان کی پہلو دار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان پر کچھ لکھنے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔ اور ان کی شخصیت کے کس پہلو پر روشنی ڈالی جائے۔ اس لئے کہ ان کی شخصیت انتہائی صاف ستھری اور سادہ ہونے کے باوجود تہہ دار تھی۔ ایسی شخصیت پر قلم اٹھانا بظاہر آسان نہیں ہے۔

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں مفتی صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کروں۔ اس میں شک نہیں کہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے عقیدت مندوں میں ہوں۔ اور یہ میری دلی خواہش تھی کہ میں بھی اس قابل احترام شخصیت کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کروں۔ لیکن مجھے اپنی محدود صلاحیتوں کے پیشِ نظر یہ کام کافی مشکل نظر آرہا ہے۔ ان کی عالمانہ شخصیت کے بارے میں میرا کچھ کہنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

بہر حال مفتی صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں اور حق بھی، اسی لئے یہ جسارت کر رہی ہوں۔

مفتی صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ انسانیت کی آبرو جنہوں نے زندگی بھر انسانی قدروں کی پاس داری کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔

اور شاید چودھویں صدی کے پُر آشوب دور میں مفتی صاحبؒ جیسے لوگوں کے دم سے ہی انسانیت زندہ و درخشاں اور رہے گی۔ ایسے عظیم لوگوں کو پوری انسانی برادری خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔

مفتی صاحبؒ جتنے بڑے انسان تھے، اتنے ہی بڑے مدبر، مفکر، عالم دین، سیاسی اور مذہبی رہنما بھی۔ معاملات مذہبی ہوں، سماجی ہوں یا سیاسی، مفتی صاحبؒ کی رائے معتبر اور صائب سمجھی جاتی تھی۔ ان کے مخالفین بھی ان کی رائے اور ان فیصلوں کا احترام کرتے تھے۔ اس کی وجہ ان کی نیک نیتی، خلوص اور دیانتداری تھی۔ وہ سیاست میں رہ کر بھی سیاست کی مکروہ چالوں اور ہتھکنڈوں سے بہت دور رہے۔

بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے ایک بار مل کر بار بار ملنے کو جی چاہتا ہے اور جن سے بات کر کے قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ ایسی ہی شخصیت جناب مفتی صاحب کی تھی۔ ان سے ملاقات کے خوشگوار لمحے میری زندگی میں بھی بار ہا آئے۔ ہر بار ان سے مل کر میں نے ایک نئی خوشی محسوس کی۔

غالباً ۱۹۴۹ء کی بات ہے جب میں بہت چھوٹی تھی، مراد آباد میں مولانا حکیم احمد صاحب (جو میرے چچا ہوتے تھے) مراد آباد کی مشہور شخصیتوں میں سے تھے۔ وہ بڑے عالم، عامل اور عابد انسان تھے۔ چچا میاں۔ مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی عتیق الرحمٰن، لال بہادر شاستری، اور دیگر حضرات کے جنگ آزادی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور یہ بزرگ حضرات اکثر (چچا میاں) یعنی مولانا حکیم انصار احمد صاحب کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور سیاست پر بڑی گرما گرم بحثیں ہوتی تھیں۔ اگرچہ ہم بچوں کو مردانے میں جانے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ لیکن کبھی پان وغیرہ ہمارے ہاتھ بھجوا دیا جاتا تھا، یا کبھی والد صاحب کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ ان کی باتیں سمجھ میں تو نہیں آتی تھیں، لیکن چونکہ یہ سب حضرات ہمیں پیار کرتے تھے اس لئے وہاں جانا اچھا لگتا تھا۔

وہ پہلی بار میں نے مفتی صاحب کو دیکھا۔ چچا میاں ان کو قبلہ مفتی صاحب کہہ کر
مخاطب کرتے تھے۔ اگرچہ اس وقت مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ یہ کون حضرات ہیں۔ لیکن ایک دھندلا سا
نقش ان شخصیتوں کا ذہن میں محفوظ رہ گیا۔ اس کے بعد کئی بار ممانی جان اور والدہ صاحبہ
مرحومہ کے ساتھ مفتی صاحب کے دولت خانے پر جانے کا اتفاق ہوا۔

سنہ ۱۹۶۲ء میں جب ہم بلی ماران سے علاقہ جامع مسجد منتقل ہوئے تو حسن اتفاق سے مکان
کمرہ نظام الملک میں ہی ملا۔ اب گھریلو تعلقات مزید بڑھ گئے۔ اکثر مفتی صاحب کی بہو اور
ان کی صاحبزادی ہمارے گھر تشریف لاتیں اور ہم لوگ بھی جاتے رہتے تھے۔

اگرچہ خواہش کے باوجود مجھے قبلہ مفتی صاحب سے بے تکلف گفتگو کی سعادت نصیب نہیں
ہوئی۔ تاہم مفتی صاحب کی مشفق شخصیت اور ان کا نام نامی میرے ذہن کے کسی گوشے میں
بچپن سے محفوظ تھا۔ اور ان کے نام سے ایک تعلق سا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عصر یا مغرب
کی نماز کو جاتے ہوئے مفتی صاحب سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ میں انھیں دیکھتی تو سر جھکا کر
ادب سے سلام کرتے ہوئے چلی جاتی اور وہ مسکرا کر سر کے اشارے سے سلام کا جواب
دیتے۔ میرا دل ہمیشہ چاہتا تھا کہ میں ان سے باتیں کروں کیونکہ ان کی مشفق سی شخصیت
میں مجھے اپنے والد صاحب کی شبیہ نظر آتی تھی۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) ایک ایسا تاریخی اور باوقار ادارہ ہے جس سے ممتاز ادیب
و شاعر اور دانشور منسلک رہے ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ بھی انجمن ترقی اُردو (ہند) کی مجلس عام
کے رکن تھے۔ اور یہ میں اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہوں کہ کسی نہ کسی طور میں اس ادارے سے وابستہ
ہوں۔ جہاں آج بھی بڑے بڑے علماء و دانشور تشریف لاتے ہیں اور ہم ان کی صحبتوں سے فیض
اُٹھاتے ہیں۔ مفتی صاحب بھی انجمن کے جلسوں میں تشریف لاتے تھے۔ مختصر ہی سہی لیکن وہاں
ان سے گفتگو کا موقع ملا۔ مفتی صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے کبھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا
کہ ہم اتنے بڑے عالم سے مخاطب ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے مخاطب کی سطح پر آ کر گفتگو کرتے، جیسے

[illegible] سلسلہ خلوص و محبت لٹانے والی مفتی صاحب کی شخصیت بھی [illegible] تھا۔

مفتی صاحب سنہ [illegible] میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جو علم و دانش کے اعتبار سے ہی ایک روشن مینار کی تھی۔ جس کے دامن [illegible] سے روشن ہے۔ جنھوں نے اپنے علم و دانش کی روشنی سے بہت سے تاریک ذہنوں کو روشن کیا تھا۔ اس خاندان کے بزرگ حضرات نے نہ صرف دین کی اہم خدمات انجام دیں بلکہ اپنی علمی، ادبی، سماجی، اور سیاسی بصیرت اور سوجھ بوجھ سے قوم و ملت کو فیض پہنچایا۔

حضرت مفتی صاحب کے والد محترم جید عالم دین اور دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ آپ کے چچا مولانا حبیب الرحمن عثمانی عربی کے ممتاز ادیب، شاعر اور مورخ تھے۔ دوسرے چچا مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبند کے صدر مہتمم شیخ الحدیث عالمی شہرت کے مالک تھے۔ انہیں بزرگوں کے زیر سایہ مفتی صاحب کی پرورش ہوئی۔ مفتی صاحب درحقیقت اپنے اسلاف کی روایات کے امین تھے۔ ذہانت، ذکاوت، پرہیزگاری، سادگی، انکساری اور حسنِ اخلاق، یہ تمام خصوصیات ان کو اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی تھیں۔

مفتی صاحب کی تعلیم کا سلسلہ دیوبند میں شروع ہوا اور انھوں نے اپنی تعلیم وہیں مکمل کی۔

سنہ ۱۹۲۰ء سے مفتی صاحب باقاعدہ سیاست کے میدان میں آگئے۔ میرے خیال میں مفتی صاحب کے سیاست میں آنے کی بڑی وجہ اس وقت کے حالات تھے۔ وہ زمانہ زبردست سیاسی بحران کا زمانہ تھا۔ ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی تحریک پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ملک کے بڑے بڑے علماء، اور سیاسی رہنما بڑھ چڑھ کر تحریک آزادی میں حصہ لے رہے تھے۔ اس لشکر میں مفتی صاحب کی حیثیت نقیب کی سی تھی۔ وہ مادرِ وطن کے ان سپوتوں میں سے تھے جن پر قوم ناز کر سکتی ہے۔ جنھوں نے ملک و قوم کو آزاد کرانے